خواتین کو دینِ اسلام کے عطا کردہ حقوق اور مراعات:

۱۔ حق زندگی: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس شخص کے ہاں بچی پیدا ہوئی۔اس نے اسے زندہ دفن نہ کیا نہ اس کو حقیر جانا اور نہ لڑکوں کو اس کے مقابلہ میں ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل کرے گا۔'' [سنن أبی داؤد]

اور فرمایا: ''جس شخص نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی سرپرستی کی، انہیں تعلیم و تربیت دی، ان کے ساتھ رحمت کا سلوک کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں بے نیاز کر دے تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت واجب کر دی۔'' [مشکوٰۃ]

۲۔ تمدنی حقوق: ارشاد الٰہی ہے: ''اے ایمان والو! تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔'' [النساء: ۱۹] بیوہ عورت کو اسلام میں انتخاب زوج اور اپنے نکاح میں مشورہ دینے، کنواری کو اجازت دینے یا انکار کرنے کا اور بیوی کو بوقت ضرورت خلع لینے کا حق حاصل ہے۔

۳۔ معاشی حقوق: ہندوؤں اور یہودیوں کے قانون میں جب تک پڑپوتے تک از قسم اولاد ذکور موجود ہوں، بیٹی وارث نہیں ہو سکتی۔ (دھرم شاستر) اس کے برعکس اسلام نے عورت کو وراثت کے وسیع حقوق دیئے۔ارشاد الٰہی ہے:
''اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے۔'' [النساء: ۷]

۴۔ حق تعلیم: ہندو مذہب میں ویدوں کی تعلیم کا دروازہ عورت کے لیے بند تھا۔شاہ انگلستان ہنری ہشتم نے تو ان کے لیے مذہبی تعلیم حاصل کرنا قانوناً ممنوع قرار دیا تھا اور اس بابت اس کی پارلیمنٹ نے باقاعدہ ایک قانون امتناعی بنا دیا تھا۔ اسلام پہلا مذہب ہے جس نے کہا ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔''

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کو بطور معلمہ ایک بلند مقام حاصل تھا۔آپ نے لونڈیوں تک کو علم کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کا حکم دیا۔عورتوں کو اسی حکمت کے پیش نظر جمعہ اور عیدین کے اجتماعات میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

۵۔ یکساں معیار: ارشاد الٰہی: ''میں کسی عامل کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا خواہ مرد ہو یا عورت۔'' [آلعمران: ۱۹۵]

۶۔ حسن سلوک کا حق: ارشاد الٰہی ہے: ''عورت پر جیسے فرائض ہیں ایسے ہی اس کے حقوق بھی ہیں۔'' [البقرۃ: ۲۲۸] محسن انسانیت ﷺ فرماتے ہیں: ''خیر کم خیر کم لأهله وأنا خیر کم لأهلی'' اور فرمایا کہ ''ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔'' اور ارشاد ربانی ہے کہ ''آپس کے فضل (تعلقات) کو نہ بھول جاؤ!'' [البقرۃ ۲۳۷]

(بشکریہ: مثالی مجلہ ملتان شمارہ: ۴۶۲ خصوصی عنوان: اسلام میں عورت کا اعلیٰ مقام)

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا عبدالرحیم بن محمد علی یوگوی

۱۸۶۰ء ـــــ ۱۹۳۶ء

عبدالرحیم روزی

وادی بلتستان میں جن علماء وصلحائے امت نے بے سروسامانی کے عالم میں تعلیمی، تدریسی اور تبلیغی خدمات سرانجام دیں اور قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صدا پہنچائی، ان میں سے ایک سروقامت شخصیت مولانا عبدالرحیم بن محمد علیؒ یوگوی صاحب کی ہے، مگر آج موضع یوگو کے باہر کم ہی لوگ مولانا موصوف کو جانتے ہیں۔ اس گمنامی کی بنیادی وجہ یہ بنی کہ مولانا اور آپ کے معاصر علماء وفضلاء کی زیادہ تر توجہ دعوت وتبلیغ، درس وتدریس اور کھیتی باڑی میں گزری۔ کیونکہ بلتستان میں ذریعہ معاش کا انحصار غیر نفع بخش زمینداری پر تھا۔ اور یہ ایسا فکر امروز وفردا ہے کہ جس میں منافع کم اور مصروفیت زیادہ ہے جیسے "کھودا پہاڑ نکلا چوہا"۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام کو قلم وقرطاس کی طرف توجہ دینے اور تاریخ کے زریں اوراق کو یکجا کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ کچھ عرصہ تک واقعات سینہ بسینہ چلے آئے مگر کب تک؟ پھر "العلم صید، والکتابۃ قیدہ" کے مطابق ایک معتد بہ حصہ صیاد کی نظر سے اوجھل اور گم شدہ ماضی میں روپوش ہو گیا۔ بالفاظ دیگر یہ روایات اور حکایات راویوں کے ساتھ ہی گہری قبر میں چلی گئیں۔ آج اسی احساس زیاں کے ساتھ روپوش تاریخ کی تلاش کچھ زیادہ آسان کام نہیں ہے۔ مگر اسی خاردار جنگل کو پاٹنے کی کوشش کے سلسلے میں ہی مجلہ التراث جاری کیا گیا ہے۔

خاندانی پس منظر: آپ کے خاندان کا تعلق محلہ ژھیتنگ (باقر کالونی) موضع یوگو علاقہ خپلو سے ہے۔ اس خاندان کا تعلق "باقر پی گوند" خپلو سے تھا۔ آباء واجداد خپلو سے آکر محلہ ژھیتنگ (ژھیر کیتنگ) میں آباد ہو گئے۔ یہ خاندان کب یہاں آباد ہوا، ذرائع خاموش ہیں۔ 1980ء کے بعد پرانا نام بدل دیا گیا۔ اور اس کی جگہ "باقر کالونی" نے لے لی۔ کیونکہ محلے کی اکثر آبادی اسی خاندان کی نژاد ہے۔

شجرۂ نسب: مولانا عبدالرحیم بن مخلی بن عبدلی۔ آپ کی سند اجازت اور سندِ مدّ نبوی میں آپ کے والد کا نام محمد علی درج ہے۔ جبکہ فاضل عالم مولانا شرف الدین عبداللہ کے ملا عبدالکریم لوہار سے حاصل کردہ معلومات میں مخلی ہے۔ بلتستان میں ناموں کو توڑ مروڑ کر استعمال کرنے کا غلط رواج بھی ہے۔ لہٰذا قرین قیاس یہ ہے کہ محمد علی کی بگڑی شکل مخلی ہو گی۔ یہی صورت حال عبدلی کے ساتھ بھی پیش آئی ہو گی اور اصل نام عبداللہ ہو گا۔ مولانا کے والد مخلی محلہ باقر کالونی میں مسلک نوربخشیہ صوفیہ کے پیش امام تھے۔ جن کو فارسی اور مقامی زبان میں اخوند اور ملا کہا جاتا ہے۔

تاریخ ولادت: آپ نے ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں آنکھیں کھولیں۔آپ کے بھائی عبدالکریم اور عبدالواحد اپنے والد کی زندگی میں وفات پا گیئے۔عبدالکریم بن عبدالقادر بن عبدالکریم (پوتا) لوہاری کا پیشہ اختیار کیئے ہوئے ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا اخوند سودے علی بلغاری سے حاصل کی۔سادات کیریس، کھرکوہ اور شگر کے علماء سے بھی علم حاصل کیا۔قرآن مجید، پند نامہ، کریما، گلستان، بوستان اور دعواتِ صوفیہ پڑھنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر کئی سال تک منقولات و معقولات کی تعلیم حاصل کرتے رہے اور سندِ اجازت و فراغت حاصل کی۔اس کے بعد مدرسہ نذیریہ دہلی میں مولانا محمد عبدالسلام کے پاس کتاب و سنت کے چشمہ صافی سے فیض حاصل کر کے ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۸ء میں ''سنداجازت'' حاصل کی۔جس کے الفاظ یہ ہیں:

''إن المولوی محمد عبد الرحیم تبتی قد قرأ علیّ ترجمة القرآن المجید من اوله إلیٰ آخره سماعةً والصحیح البخاری قراء ة وباقی کتب الحدیث والفقه وتفسیر الجلالین طرفاً طرفاً فعلیه أن یشتغل بإقراء الکتب المذکورة وتدریسها لأنه أهلها وأحق بها وإنی حصلت القراء ة والسماعة والإجازة عن جدی الأمجد شیخ المحدثین السید نذیر حسین وهو حصل القراء ة والسماعة والإجازة عن الشیخ المکرم مولانا محمد اسحاق المحدث الدهلوی ......الخ سند کی کتابت کسی خوشنویس کے قلم سے ضرور ہوئی ہے جبکہ گرائمر کے حوالے سے جھول سے خالی نہیں۔نیز آپ نے ۲۲ محرم ۱۳۲۳ھ کو محمد بشیر سہسوانی سے صاع و مدنبوی کی سند حاصل کی۔مولانا سہسوانی سے حضرت زید بن ثابت ﷛ تک سولہ افراد کا واسطہ ہے۔

آپ کے سفر ہندوستان کے عوامل و محرکات دلچسپ ہیں۔مولانا شرف الدین بن عبداللہ مولانا عبدالرحیم موصوف کے خاندان کے اکابر و عمر رسیدہ اشخاص کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''مولانا موصوف سے پہلے علاقہ یوگو میں کچھ لوگ اہلحدیث مسلک اختیار کر چکے تھے، جن میں مولوی محمد اسلام (شریف الدین صاحب کا دادا) ان کے دونوں بھائی اسماعیل، ابوالحسن اور غلام المعروف وہابی غلام شامل ہیں، پھر مولانا عبدالرحیم کے محلے سے تین اشخاص عبدالعزیز، مالی اور سودے تین بھائی دہلی سے اہلحدیث مسلک اختیار کر کے یہاں پہنچے تو موصوف کے والد مخلی نے آپ کے علم کو مزید مہمیز دینے اور دو آتشہ بنانے کے لیے دہلی بھیج دیا تاکہ خاندانی امامت کا سلسلہ اپنے خاندان میں برقرار رہے۔کیونکہ اس زمانے میں ملاؤں اور ائمہ مساجد کا طوطی بولتا اور انہیں مسجد میں لائے

گئے صدقات وخیرات میں سے غیر معمولی حصہ ملتا تھا۔ وہ تینوں اہلحدیث افراد نوربخشی مسجد میں دوسرے بھائی بندوں کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔ مگر آئے دن کے جھگڑوں اور جاہلانہ کٹ حجتیوں نے تینوں کو الگ مسجد بنانے پر مجبور کر دیا۔ مسجد کے لیے ضروری سامان جمع کرنا شروع ہوا تو مخلی نے دہلی میں زیر تعلیم بیٹے کو خط لکھ کر اپنی تشویش سے آگاہ کر دیا تو مولانا نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ ''والد محترم! ان تینوں کے ساتھ مسجد بنانے میں آپ بھی تعاون کریں، کیونکہ ان کا مسلک صحیح اور برحق ہے اور مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ ہرگز نہ ڈالیں۔'' یوں مولانا کے اس خط نے آپ کے والد کو مسلک اہلحدیث کی لڑی میں پرو دیا۔ ہردلعزیز امام کے نقش قدم پر محلہ باقر کالونی کے تمام باسی اہلحدیث ہو گیئے۔

وطن عزیز کی طرف مراجعت اور دینی خدمات: مولانا موصوف ہندوستان میں سالہا سال کتاب وسنت اور معقولات کا علم حاصل کرنے کے بعد غالباً سالِ فراغت ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۸ء میں واپس بلتستان آئے۔

مؤرخ بلتستان حاجی خلیل الرحمٰنؒ نے مولانا عبدالرحیم صاحب وہم عصر علماء کے دعوتی وتبلیغی دور کو بلتستان میں درس توحید کا ''دور خامس'' قرار دیا ہے۔ جنہوں نے تیرہویں صدی ہجری میں بلتستان میں بے سروسامانی اور وسائل سفر سے محرومی کے باوجود تن من دھن کی قربانی دے کر اشاعتِ توحید وسنت میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ موصوف کے علاوہ اس دور کے علماء میں مولانا عبدالرحیم بن عبدالعزیز بانی تحریک اہلحدیث بلتستان، مولانا محمد موسیٰ بن محمد علی مؤسس دارالعلوم بلتستان، مناظر اسلام سید ابوالحسن کیریسی، مولانا حافظ عبدالصمد بلغاری، مولانا رضاء الحق، مولانا عبدالکریم سکساوی، مولانا محمد علی کوروی، مولوی محمد ابراہیم مجذوب نبیرہ بابا خلیل اور مولوی ابراہیم صوفی حپلوی، مولانا محمد قمر غواڑوی، مولانا عبدالملک بلغاری اور مولانا عبدالکریم بن مہدی کوروی وغیرہ شامل ہیں۔

مولانا عبدالرحیم صاحب بلتستان لوٹ آئے تو کھیتی باڑی کے ساتھ درج ذیل گرانقدر خدمات سرانجام دیں:

۱۔ **تعلیم وتربیت:** آپ نے باقر کالونی میں ایک مدرسے کی بنیاد رکھی اور اس میں نونہالان قوم کی تعلیم وتربیت کا آغاز کر دیا۔ آپ کے پاس دور دراز سے طلباء حصولِ علم کے لیے آتے۔ یوگو کے موحّد حضرات بیرونی طلباء کو حسب استطاعت اپنے گھروں میں رکھ لیتے۔ خود مولانا بھی تنگی معاش کے باوجود جو کچھ گھر میں میسر ہوتا طلباء پر خرچ کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے۔

شاگردان باصدق وصفا: آپ کے تلامذہ میں مولانا عبدالرحیم بن سلطان علی گینتھاوی (مولانا یعقوب عزیز کا

والدگرامی)، مولانا محمد یونس گینتھاوی، مولانا احمد حسن بلغاری، مولانا ابراہیم انصاری غواڑوی، اور مولانا مفتی عبدالقادر ابراہیم یوگوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں۔حاجی خلیل الرحمٰن رقم طراز ہیں کہ آپ کے حلقہ شاگردی میں تمام ملّایان یوگو، غواڑی، کھرفق، براہ، ساداتِ چھلو وسرمو اور اخونانِ چھلو شامل ہوئے۔

۲۔ **قضاء وافتاء:** مولانا صاحب ایک جید قاضی ومفتی بھی تھے۔اہل علاقہ اپنے تنازعات کے شرعی تصفیے کے لیے آپ سے رجوع کرتے۔آپ دوٹوک شرعی فیصلہ سناتے تھے۔

۳۔ **امامت وخطابت:** آپ جامع مسجد یوگو میں خطبہ دیتے اور امامت کرتے تھے۔خطبہ کتاب وسنت اور اقوالِ صحابہؓ وسلف صالحینؒ کا مرقع ہوا کرتا تھا۔

۴۔ **دعوت وتبلیغ:** تبلیغ ودعوت الی الدین کے لیے دور دراز علاقوں کی طرف پیدل سفر کرتے۔موسم گرما کی مصروفیت اور سرما کی یخ بستہ سردی کی شدت بھی آپ کو روک نہیں سکتی تھی۔آپ علاقے میں ''بواموبی'' کے نام سے معروف تھے۔

مولانا شرف الدین لکھتے ہیں کہ بواعبدالرحیم عرف بواموبی قحط الرجال کے دور میں تمام مسلمانوں کے لیے عموماً اور جماعت اہلحدیث بلتستان کے لیے خصوصاً گوہر شب چراغ اور مشعل راہ تھے۔اس زمانے میں بواموبی نے اپنی قیمتی زندگی کتاب وسنت کی نشر واشاعت، توحید خالص کی حفاظت ودفاع اور شرک وبدعت کے قلع قمع کے لیے وقف کر رکھی تھی۔مولانا عبدالرحیم صاحب ردّ بدعت میں مداہنت یا رواداری کے قائل نہیں تھے۔چنانچہ مولانا مفتی عبدالقادر ابراہیم یوگوی فرمایا کرتے تھے کہ ''نافل'' (وفات کے تیسرے دن جائے وفات پر جانور ذبح کر کے مسجد میں لائے جانے والے گوشت) کے بارے میں ہم نے موبی عبدالرحیم کی طرح سختی نہیں کی، بلکہ مصلحت کیشی سے کام لیا کہ علم صحیح کے فروغ اور علماء کی کھیپ تیار ہونے پر آہستہ آہستہ یہ رواج ختم ہوگا، لہٰذا ذرا دیر سے ختم ہوا۔جبکہ بواموبی عبدالرحیم مرحوم نے سختی سے روکا تو بروقت ختم ہوگیا، معلوم ہوا کہ بواموبی کا موقف صحیح تھا۔ رحمۃ اللہ علیہم

ازدواجی بندھن میں: آپ نے دو شادیاں کیں، پہلی سے ایک بیٹی ہوئی۔اس کے بعد بیوہ بھاوج سے شادی کی، جن سے دو بیٹیاں ہوئیں۔چھوٹی بیٹی عائشہ حاجی عبدالرحمٰن المعروف بواحاجی مکی کے عقد میں آئی جن سے کئی بیٹے ہوئے۔ان میں سے الشیخ شاکر حفظہ اللہ تبلیغ وتعلیم دین سے منسلک ہیں۔دوسری دونوں بیٹیاں زینب ومریم بھی اولادِ ذکور وانات سے مالا مال ہیں۔

وفات حسرت آیات: مولانا صاحب کی وفات ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں ہوئی۔آپ کی وفات کے بعد محلّہ